باب
3

اخلاقی اقدار

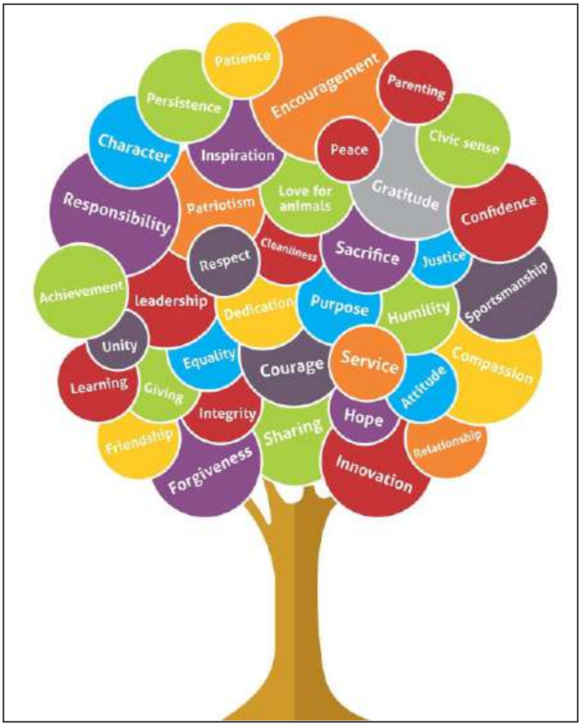

تاریخ کے مختلف اَدوار کا جائزہ لیں یا افراد، اقوام اور ممالک کے باہمی تنازعات، جھگڑوں اور چپقلش کی وجوہات پر غور کریں، تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ انسانی تعصّبات ان سارے فسادات کی جڑ ہیں۔ انسان نے رنگ، نسل، زبان اور قومیت کی بنیاد پر اتنے فتنے کھڑے کیے ہیں کہ چاند پر کمندیں ڈالنے اور ترقی کی انتہا تک پہنچنے کے باوجود انسانیت کے دکھوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ امیر اور غریب کے لیے انصاف کے پیمانے الگ الگ ہونے سے اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے تصورات کو نقصان پہنچا ہے۔ عدل و مساوات کے قیام کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ افراد، اقوام اور بین الاقوامی ادارے اخلاقیات سے انحراف کیوں کرتے ہیں یعنی اس سنگین ناانصافی کی جڑیں کہاں کہاں ہیں، تاکہ ان کا قلع قمع کیا جا سکے۔

دُنیا بھر کے عدل پسند لوگ یہ جانتے ہیں، کہ انسان انا پرست ہے اور تعصب کہیں نہ کہیں اس کے ضمیر میں موجود ہے۔ تعلیم کے عام ہونے ترقی کی معراج پا لینے اور چاند پر کمندیں ڈالنے کے باوجود زیادہ باوسائل قومیں اب بھی انصاف کے تقاضوں اور مساوات کے ضابطوں کو پامال کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑے بڑے بین الاقوامی ادارے عدل قائم کرنے میں ناکام ہیں اور آج بھی انسان عدل وانصاف کے حصول کو ترس رہا ہے۔ ان تمام دُکھوں کا مداوا اخلاقی اقدار کو صدقِ دل سے قبول کرنے، اور ان پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ عمومی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم کا دائرہ وسیع کیا جائے۔

- ☆ وسائل کے حصول اور استعمال میں اقوامِ عالم اخلاقیات سے بالاتر نہ ہوں۔
- ☆ طمع، لالچ اور آسودگی میں انسان اس قدر کھو گیا ہے، بلکہ اخلاقیات کی زبان میں لذت کے حصول کے نظریے کو اپنا کر خدائے بزرگ و برتر سے رشتہ توڑ بیٹھا ہے۔ اب وہ صرف اپنی ذات یا خاندان کے لیے جیتا ہے۔ ضروری ہے کہ اخلاقی دباؤ بڑھا کر اسے قائل کیا جائے، کہ صرف اپنی ذات کے لیے جینا انسانیت کا معیار نہیں۔
- ☆ لوگ اُلفت و محبت، یگانگت اور انسانیت کے درد سے نا آشنا ہو رہے ہیں اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ احساسِ زیاں بھی نہیں ہے۔ اس سنگ دلی سے نجات اور انسانی دکھوں کے مداوے کے لیے ضروری ہے کہ اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

اجتماعی عدل ومساوات:

ریاست کا مقصد کسی شخص یا قوم کا اقتدار قائم کرنا نہیں بلکہ زندگی کا وہ متوازن اور عادلانہ نظام بر پا کرنا ہے جو خدا کے پیغمبر/ نبی/ اوتار اور نیک بندے دُنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ احکامِ الٰہی کے مطابق لوگوں میں عدل وانصاف کا قیام ریاست کے اوّلین مقاصد میں سے ہے۔ ریاست رنگ، نسل، خون یا علاقائیت کے رشتوں سے بالاتر انسانی مساوات اور تصوّرِ اُخوت کے وسیع ترین نظریات پر قائم ہوتی ہے۔

اخلاقی تعلیمات:

اخلاق جمع کا صیغہ ہے جس کا واحد خُلق ہے۔ یہ انسان کی وہ خصلت ہے جو موروثی یا فطری نہیں ہوتی بلکہ یہ وہ عام عمل ہے جو ہر شخص اپنے گردوپیش سے متاثر ہو کر اپناتا ہے اور پھر غیر ارادی طور پر یا معمولی اشارہ پا کر اس کا وقتاً فوقتاً ظہور ہونے لگتا ہے۔ اگر یہ پختہ عادتیں اچھی اور مفید ہوں تو انسان کو بھروسے اور اعتماد کے قابل بنا دیتی ہیں اور اس کے حسن اخلاق میں شمار ہوتی ہیں۔ انسان کو حیوانات سے ممیّز کرنے والی چیز اس کے اچھے اخلاق ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ، تہذیب کے حامل تمام معاشرے حُسن اِخلاق کی ضرورت پر متفق نظر آتے ہیں۔ سچائی، ایفائے عہد، رحم، فیاضی، خودداری، فرض شناسی وغیرہ کو ہمیشہ سب نے سراہا ہے اور جھوٹ، بدعہدی، ظلم، بخل، بے صبری وغیرہ کو ہمیشہ مذمت کی گئی ہے۔ یہ اقدار انسانیت کو مشترکہ ورثہ ہیں۔

نظامِ اخلاق کی خصوصیات:

اچھے اعمال واخلاق کوئی ثانوی درجے کی چیز نہیں بلکہ زندگی میں بنیادی مقصد کی حیثیت رکھتے ہیں اور اگر یہ حاصل نہ ہو سکے تو گویا پوری زندگی بے کار چلی گئی۔ اخلاق کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ فقط عقل کو معیار خیر وشر نہیں ٹھہراتا۔ اگر ہر انسان یا انسانی گروہ اپنے لیے خود اخلاقی ضابطے وضع کرنے لگے تو انسانی معاشرہ انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

نظامِ اخلاق کی تیسری اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ فقط حکومت اور قوّت سے اخلاقی ضابطہ کے نفاذ کے بجائے ہر انسان زندگی کے ایک لمحے کے بارے میں وہ اپنے خالق کے سامنے جواب دہ ہے۔ جو شخص ذرا برابر نیکی کرے گا اس کا بھی بدلہ پائے گا اور جو ذرا برابر بدی کرے گا اس کا خمیازہ بھی اسے بھگتنا پڑے گا۔ نظام اخلاق میں خوف خدا اور عقیدۂ آخرت ایک زبردست قوتِ نافذہ ومحرکہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خوفِ خدا ایک ایسی زبردست قوت ہے جس سے بہت سے گناہ عملی شکل اختیار کرنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے اخلاقی جرائم کو روکنے کے لیے کروڑوں روپے خرچ کرنے، عملہ بھرتی کرنے اور نگرانی کے نت نئے طریقے ایجاد کرنے کے باوجود دنیا سے جرائم کم نہیں کیے جا سکے بلکہ جرائم پیشہ افراد نے اپنے جرائم چھوڑنے کے بجائے اور بہت سے چور دروازے نکال لیے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں مذہب کسی بیرونی دباؤ کے بغیر صرف انسانی ضمیر کو بیدار کر کے بہت سے جرائم کو ختم کر دیتا ہے۔ یورپ میں شراب نوشی کو روکنے کے لیے کتنے قوانین بنائے گئے اور کتنی انجمنیں بہترین تنظیم، اچھی کارکردگی اور وافر مالی ذرائع کے ساتھ قائم ہیں لیکن ان تمام کوششوں کا نتیجہ دنیا کے سامنے ہے۔

اخلاق کے بارے میں مذہبی تعلیمات حقوق وفرائض، فضائل اخلاق اور آدابِ زندگی پر مشتمل ہیں۔ مذہب نے ہر شخص اور ہر

طبقے کے حقوق وفرائض واضح طور پر متعین کر دیے ہیں۔ والدین، اولاد، میاں بیوی، حاکم محکوم، دوست، رشتے دار، غیر مذہب ہمسایہ سب کے حقوق اور فرائض مقرر ہیں اور ان میں ایسا توازن ہے کہ اگر ہر شخص اپنے فرائض ادا کرنے لگے تو ہر ایک کو اس کے حقوق خود بخود مل جائیں گے۔

مذہب نے بہترین اخلاقی فضائل حاصل کرنے کا حکم دیا ہے جو انسان کی عزت، منزلت اور اجر وثواب کے حصول کا ذریعہ ہیں، مثلاً، دل کا اخلاص، زبان کی سچائی، قول وفعل کا توازن، حیا، خودداری، سخاوت وغیرہ اسی طرح ہر اس برائی سے منع فرمایا ہے، جس سے انسانیت کو دھبہ لگے۔ مثلاً، جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، چوری، تکبر وغیرہ۔ آداب کے سلسلے میں نشست و برخاست، گفت گو، کھانے پینے، سفر، خوشی وغمی وغیرہ غرض زندگی کے ہر پہلو کے لیے اور ہر موقع کے لیے تمام مذاہب نے ایسے مفصل اور جامع آداب، نظم وضبط اور قوانین بنائے ہیں جو زندگی کو پرلُطف، شائستہ اور آسان بنانے میں مدد ومعاون ہیں۔

نظامِ عدل کی خصوصیات

1۔ مرتب نظامِ شریعت:

تمام مذاہب میں عادلانہ قوانین کسی بادشاہ یا صاحبِ اقتدار طبقہ کے احسان ومہربانی کا نتیجہ نہیں ہیں کہ وہ جب چاہے انھیں منسوخ کر دے۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کے حل کے لیے ہے اور کسی جماعت یا حاکم کو کسی قانون کے بدلنے، معطل کرنے کے خلاف قوانین وضع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

2۔ انصاف سب کے لیے:

تمام مذاہب میں قانونِ عدل کسی خاص قوم، نسل، طبقے یا شخصیت کے لیے کسی خصوصی رعایت کا متحمل نہیں ہے۔ مذہب کے نزدیک عدل وانصاف کے حصول میں تمام انسان برابر کے حق دار ہیں۔ تمام اقوام اور مذاہب کے ماننے والوں سے پورا پورا انصاف کیا جائے۔ کسی کی قومی، مالی یا سیاسی حیثیت اور اقربا پروری وغیرہ کو انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔

3۔ قیامِ عدل کے لیے اخلاقی قوت کا استعمال:

آج کل کی تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ اقوام میں بھی یہی رجحان پایا جاتا ہے کہ عدل قائم کرنا صرف حکومت اور عدالت کا کام ہے اور عام لوگ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں جبکہ اس کے برخلاف مذہب ہر انسان کو خود اپنا احتساب کرنا بتاتا ہے۔

4۔ آزاد عدلیہ:

نظامِ عدل کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد رکھا ہے، یہ درست ہے کہ ججوں کا تقرر اور عدالت کے فیصلوں کا نفاذ انتظامیہ کے ہی ذریعے ہوتا ہے تاہم جج مقرر ہونے کے بعد جج حاکم وامیر کو بھی اپنی عدالت میں طلب کر سکتا ہے۔ مذہب انسان کے اندر ایسا ایمان اور خوفِ خدا پیدا کرنا چاہتا ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ، جج اور گواہ سب خود کو خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھیں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر یہاں چرب زبانی اور دروغ گوئی سے کوئی غلط بات منوا بھی لیں تو آخرت میں محاسبہ سے بچ نہیں سکیں گے۔

5۔ صلح کو ترجیح:

عدالت جھگڑوں کو باقی رکھنے اور مقدمہ بازی کو طول دینے کے بجائے اولین کوشش صلح کی کرتی ہے۔ اس طرح بہت سے مقدمے عدالتی لوٹ کھسوٹ سے بچ کر اپنی ابتدائی صورت ہی میں ختم ہو سکتے ہیں۔

6۔ عدالت کے لیے راہنما اصول:

عدالت کا مقصد عدل و انصاف کی نمائش نہیں بلکہ مذہبی اور ملکی قوانین کے احکام کے مطابق منصفانہ فیصلہ کرنے کے لیے اپنی پوری صلاحیت سے کام لینا ہے۔ عدالت کے نزدیک گواہ کا عادل ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ حاکم کا منصف ہونا۔ اس لیے کہ گواہ عادلانہ فیصلے تک پہنچنے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سچا ہو اور واقعہ کو سورج کی طرح واضح دیکھ چکا ہو۔ ورنہ گواہی کی جرأت نہ کرے۔ اسی طرح اگر کوئی گواہ کسی واقعہ کو دیکھ چکا ہے تو اسے گواہی نہیں چھپانی چاہیے۔ گواہ کی ذمہ داری اتنی زیادہ ہے کہ اسے خود اپنے خلاف، اپنے والدین اور اقربا کے خلاف بھی سچی گواہی دینی ہوگی۔ گواہوں پر اتنی ذمہ داری ڈالنے کے ساتھ ساتھ مذہب نے ان کے حقوق بھی متعین کر دیے ہیں اور وہ یہ کہ ان کی عزت کی جائے اور انھیں تکلیف اور نقصان نہ پہنچایا جائے۔

معاشرتی ادارے

افراد اخلاقی اقدار اپناتے ہیں اور افراد کا اخلاقی عمل معاشرے میں رونما ہوتا ہے۔ اس طرح اخلاقی اقدار فرد سے معاشرے میں اور معاشرے سے اقوام میں مقبول اور رائج ہوتی رہتی ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں ظلم ہو، تعصّبات بڑھ جائیں یا انسانی مساوات کو ملیامیٹ کر دیا جائے، تو سمجھ لیں کہ وہاں انسان اخلاقی اقدار سے عاری ہو چکا ہے۔ ظلم حد سے بڑھتا ہے تو اسی معاشرے سے کچھ لوگ حالات کا رخ بدلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ بات طے ہے، کہ کوئی معاشرہ اچھے انسانوں سے بالکل خالی نہیں ہوتا۔ البتہ اجتماعی عدل کا قیام اور انسانی مساوات قائم کرنے کے لیے ادارے ضروری ہوتے ہیں۔ آج بھی معاشرے میں حکومتی، غیر حکومتی اور بین الاقوامی سطح پر ایسے ادارے قائم ہیں جو اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے لیے کوشاں ہیں۔

اخلاق انسانیت کا وہ جوہرِ خاص ہے، جس کے بغیر نہ کوئی فرد اچھا انسان بن سکتا ہے اور نہ مثبت بنیادوں پر کوئی معاشرہ پروان چڑھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کے برگزیدہ بندوں نے بنی نوعِ انسان کو سنوارنے کا بیڑا اُٹھایا، تو اُسی کی ہدایات کے مطابق افراد سے مخاطب ہو کر انھیں اخلاقی تعلیمات دیں۔ اُنھیں اندر سے بدلا اور پھر ان افراد نے جماعت کی شکل اختیار کی تو پورے معاشرے کو بدل ڈالا۔

اخلاقی اقدار، خاص طور پر ایسی اقدار جو مذہبی تعلیمات سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان پر دنیا میں جہاں کہیں بھی عمل ہوا، وہاں امن و آشتی، سماجی انصاف اور انسانی مساوات کا دور دورہ رہا ہے۔ مختلف مذاہب میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آقا و غلام کا فرق مٹ گیا اور رنگ و نسل اور قومیت کی ساری تفریق جاتی رہی۔ اجتماعی عدل کے لیے آج بھی ایسی ہی اخلاقی تعلیمات کی ضرورت ہے۔

اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کسی بھی معاشرے اور اس کے اداروں کے تحفظ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جن معاشروں میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو، وہاں لوگوں کے قلبی اطمینان کی وجہ سے ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ اس

سے خوش حالی آتی اور امن و امان قائم رہتا ہے جبکہ امن اور سکون کی وجہ سے ایسے معاشرے تادیر قائم رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جہاں جنس، رنگ و نسل اور قومیت کے امتیازات زیادہ ہو جائیں وہاں لوگوں کے دلوں سے ایک دوسرے کا احترام اُٹھ جاتا ہے۔ اخلاقی اقدار کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہیں، نیز نفرتیں اور کدورتیں بڑھ جاتی ہیں۔ صرف رنگ و نسل کے امتیاز نے نیلسن منڈیلا کو 27 سال تک جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رکھا اور اب بھی دُنیا میں لاکھوں انسان ان تعصّبات کا شکار ہیں۔

جنس کی بنیاد پر مرد و عورت میں امتیاز برتا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک حیاتیاتی عنصر ہے۔ اگرچہ عورت اور مرد کی جسمانی ساخت اور مزاج میں فرق ہے۔ قوت اور قوتِ کار کا فرق ہے اور ان کے دائرۂ کار میں بھی فرق ہے لیکن اسے بنیاد بنا کر ترقی کے مواقع نہ دینا انصاف کے خلاف ہے۔ مغرب میں عورت کو آزادیِ رائے، ترقی، حرکت اور روزگار کے یکساں مواقع میسر ہیں۔ باوجود اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کے کاموں میں عورتیں مردوں کے برابر ہونے کے باوجود ترقی اور روزگار میں یکساں مواقع کم دیے جاتے ہیں۔ سائنس دانوں، فلسفیوں اور ادیبوں میں خواتین کی تعداد برابر نہیں ہے۔ جنس کی بنیاد پر امتیاز روا رکھنا نہ صرف قانوناً غلط ہے، بلکہ اخلاقی تقاضوں کے بھی سراسر خلاف ہے۔

اخلاقی تعلیمات نفرت اور تعصب سے دُور رہنے کا سبق دیتی ہیں۔ انسان نے جب سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کو بھلا دیا ہے۔ اس وقت سے تعصّبات بڑھ گئے ہیں۔ اجتماعی شعور کی بیداری اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود انسان ایک دوسرے کو تباہ کر رہے ہیں۔ جنگِ عظیم دوم میں نازیوں نے نسلی تعصّبات کی بنیاد پر دنیا کو روند ڈالا۔ افریقی نسل کے نیگرو افراد کو دوسو سال امریکی غلامی میں گزارنا پڑے اور جنوبی افریقہ کی گوری اقلیت طویل عرصے تک کالوں کی اکثریت پر جبر سے حکمران رہی۔ اسی طرح لسانی تعصب کی وجہ سے ایک دوسرے کی جان تک لینے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ ان تمام نفسی بیماریوں کا علاج صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیمات سے ممکن ہے۔

مذہبی ادارے:

اخلاقی اقدار، مذہبی اقدار سے جنم لیتی ہیں۔ ان اقدار کی ترویج کے لیے مذہبی ادارے وجود میں آتے ہیں اور مذہبی ادارے ہی معاشرے یا ملک کے اندر اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے قیام میں ہمیشہ فعال رہے ہیں۔ مغرب میں گرجا گھر کا کردار نمایاں رہا لیکن جب ریاست سے اس کا عمل دخل ختم ہو گیا تو وہ فعال نہیں رہا۔ البتہ عوامی سطح پر غیر حکومتی اداروں میں اب بھی مذہبی طبقہ آگے آگے ہے اور خدمتِ خلق کے لیے سرگرم ہے۔

تمام مذاہب اجتماعی عدل اور انسانی مساوات پر زور دیتے ہیں۔ مذہب تقدس کا حامل ایک سماجی ادارہ ہے جو سماج پر بہت سے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ تعصّبات اور طبقاتی کشمکش کی جڑیں کاٹتا ہے اور معاشرے میں اس سے امن اور خوش حالی آتی ہے۔ البتہ اگر مختلف مذاہب میں فاصلہ بڑھ جائیں، یا رواداری ختم ہو جائے تو عوام مذاہب کی روح سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے اور مذہبی تعصب اجتماعی عدل میں رکاوٹ بنتا ہے اور انسانوں میں انتہا پسندی کو پروان چڑھاتا ہے۔

مختلف مذاہب نے اجتماعی عدل پر زور دیا ہے۔ یہودی عالم جوناتھان ساکس کے مطابق اجتماعی عدل کو یہودی مذہب میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح مسیحیت کی سماجی تعلیمات میں اجتماعی عمل کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ کیتھولک چرچ کی تاریخ میں بھی اجتماعی عدل کو بلند مقام حاصل رہا ہے اور اس کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ اجتماعی عدل سے ہی قومیں زندہ رہتی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا کہ گرجا گھر کی

ذمہ داری ہے کہ وہ مہذب معاشرے (Civil Society) میں سماجی انصاف کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ یہودیت، اسلام، ہندو دھرم، زرتشت مذہب اور سکھ مذہب تمام مذاہب انسانی خدمت اور باہمی مساوات پر بہت زور دیتے ہیں۔

اسلام نے اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کو نہ صرف تعلیمات میں سمویا، بلکہ اسے عبادت کا درجہ دیا ہے۔ مالدار اور نادار کا فرق کم کرنے اور دولت کی ذخیرہ اندوزی روکنے کے لیے زکوٰۃ اور عُشر کی ادائیگی فرض قرار دی ہے۔ صدقات و خیرات کی ادائیگی کو اعلیٰ درجہ کا عمل قرار دیا، لڑکیوں کو وراثت کا حق دار بنایا گیا اور سود سے منع کر کے معاشی استحصال کا راستہ روک دیا گیا۔ اسلام کے نظام عبادات میں چھوٹے بڑے کی تفریق کو ختم کیا گیا ہے، خانۂ خدا میں جو پہلے آئے وہ آگے جگہ پائے گا خواہ کوئی بھی ہو۔ وہ تمام انسانوں کو آدم کی اولاد کہہ کر انسانی مساوات پر زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں رنگ و نسل اور قومیت کی جڑ کاٹتے ہوئے فرمایا کہ کسی گورے کو کالے اور کسی عربی کو عجمی پر اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل ہے فضیلت تو صرف پرہیزگاری کی بنیاد پر ملتی ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نہ صرف غریبوں، بیواؤں، اپاہجوں، مسکینوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کا حکم دیا بلکہ خود اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

صرف اسلام ہی نہیں دوسرے تمام مذاہب بھی اخلاقی اقدار کے لیے ہمیشہ سے کوشاں رہے ہیں۔ مسیحیت نے خدمتِ خلق خصوصاً بیماروں کے علاج اور دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے روشن مثالیں قائم کی ہیں اور اس سلسلے میں وہ کالے یا گورے کی تمیز روا نہیں رکھتے۔ مدر ٹریسا نے ہندوستان میں جُذامیوں کے علاج کے لیے ہسپتال بنوائے اور انھوں نے ساری زندگی ناداروں اور ایسے طبقے کے لیے وقت کر دی، جن کے کوئی قریب نہیں آتا تھا۔ اسی طرح سکھ مذہب میں غریبوں اور دیگر لوگوں میں پرشاد تقسیم ہوتا ہے، تو اس میں مذہب، رنگ و نسل یا قومیت کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی۔

اسی طرح مسجد، مندر، گوردوارے، چرچ، مزارات اور دینی مدارس کا اپنا ایک کردار ہے۔ یہ ایک نظامِ عبادات میں کامل مساوات کا اہتمام کر کے لوگوں کو عملاً مساوات کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس لیے دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی عبادت گاہیں، تنظیموں اور اداروں سے وابستہ لاکھوں افراد سماجی انصاف کے لیے کوشاں ہیں، تاہم ضرورت ہے کہ ان اداروں کو تعصّبات اور فرقہ واریت سے بالاتر رکھا جائے۔

فرد اور معاشرے کی نشوونما میں تعلیمی اداروں کا کردار:

آپ جانتے ہی ہیں کہ معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے جیسے افراد ہوں ویسا ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ آج کل دنیا کے ہر مہذب معاشرے کی یہ کوشش ہے کہ اس کے تمام افراد تعلیم یافتہ ہوں تاکہ پورا معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ قوموں کی ترقی کا تعلق ان کی تعلیمی ترقی سے ہے اگر کسی ملک کے نظام تعلیم کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کر دیا جائے تو یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کے افراد اور معاشرہ، معاشرتی اور اقتصادی ترقی میں کسی دوسرے معاشرے سے پیچھے نہیں رہتے جو قومیں تعلیم میں نمایاں ترقی کرتی ہیں، معاشی اور معاشرتی ترقی میں بھی کوئی دوسری قوم ان کا مقابلہ نہیں کر پاتی۔ معاشی اور تمدنی ترقی تعلیمی ترقی کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں چین، جاپان اور ملائشیا کے معاشرے نمائندہ حیثیت رکھتے ہیں۔ فرد اور معاشرے کی نشوونما میں تعلیم کیا کردار ادا کرتی ہے اس کو علیحدہ علیحدہ زیر بحث لایا جا رہا ہے۔

1۔ فرد کی نشوونما میں تعلیم اور تعلیمی اداروں کا کردار:

فرد جس ماحول میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور جس معاشرے میں پرورش پاتا ہے۔ وہ عموماً اسی معاشرے کے نظریہ حیات کو اپنا لیتا ہے۔ وہ رسمی اور غیر رسمی تعلیم کے ذریعہ اسی معاشرے کے عقائد، رسم و رواج، روایات، اقدار، اٹھنے بیٹھنے اور میل جول کے آداب سیکھ لیتا ہے۔ وہ ہر اس چیز کو پسند کرنے لگتا ہے جس کو معاشرہ پسند کرتا ہے اور ہر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے جس کو معاشرہ برا سمجھتا ہے، یہاں تک کہ وہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ جس پر معاشرہ کاربند ہوتا ہے۔ سب سے پہلا مدرسہ والدین کا گھر ہوتا ہے اور سب سے پہلے اساتذہ والدین ہوتے ہیں اس لیے عموماً یہودی والدین کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ، یہودی، ہندو گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ ہندو اور مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مسلمان ہوتا ہے۔ انسان اپنی عادات اور کردار میں ان لوگوں کا اثر قبول کرتا ہے جن میں وہ رہتا ہے اور جن سے وہ ملتا ہے۔ وہ بہن بھائیوں، ماں باپ اور دوستوں کا اثر قبول کرتا ہے۔ اپنی عادات اور کردار میں وہ اساتذہ اور دوستوں سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ سکول کا خوشگوار ماحول، اچھا نصاب اور بہترین تدریسی طریقے طالب علم کی نشوونما پر مثبت طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں سے شفقت سے پیش آئیں تا کہ سیرت اور کردار کی بہتر تعمیر ہو سکے۔

اس میں شک نہیں کہ تعلیم کے بغیر انسان جسمانی نشوونما پا سکتا ہے۔ زندہ بھی رہ سکتا ہے۔ لیکن اسے معاشرتی آداب اور انسانی ارصاف سکھانے کے لیے تعلیم بہت ضروری ہے اور تعلیمی ادارے یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ہر معاشرے کے مقاصدِ تعلیم میں اس بات کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ طالب علم کے کردار کی تعمیر اس انداز سے کی جائے کہ اس میں مطلوبہ عادات اور سیرت پیدا ہو جائے۔ معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ انکا فارغ التحصیل طالب علم ایک اچھا سوشلسٹ ثابت ہو۔ اسرائیل کا یہودی معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ ان کا نظام تعلیم اس طرح ترتیب پائے کہ فارغ ہونے والا طالب علم اچھا یہودی ثابت ہو۔ مادہ پرست اور سیکولر جمہوری معاشروں میں فرد کی آزادی کے تصور کے تحت تعلیم سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ تعلیم سے فارغ ہونے والا ہر فرد معاشرے سے مطابقت پیدا کر سکے، خود کما سکے اور خرچ کر سکے اور سیکولر جمہوریت کا پرستار ہو۔ نظامِ تعلیم کا مقصد فرد کو خدا تعالیٰ کا ایک نیک اور صالح بندہ بنانا ہے جو تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کا فرمانبردار بن کر خدا کی رضا کے مطابق، زندگی گزارنے والا ہو۔ یعنی تعلیم ادارے طالب علم کی سیرت اس طرح تعمیر کریں کہ وہ سائنسدان، انجینئر، ڈاکٹر، قانون دان، تاجر اور پروفیسر جو کچھ بھی بنے اس کا کردار مثالی ہو۔

دنیا کے تمام معاشرے اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ تعلیمی ادارے اچھے شہری پیدا کرے، یہاں شہریت سے مراد ہر ملک کی اپنی شہریت ہے۔ ہر ملک کی شہریت نظریہ حیات کے اختلاف کی وجہ سے دوسرے ممالک اور معاشروں سے مختلف ہوتی ہے۔ ہر ملک اپنے طالب علموں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اچھے شہری بن کر نکلیں۔ ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے طالب علم ہمارے اچھے شہری، اچھے پاکستانی اور اچھے انسان بن کر تعلیم سے فارغ ہوں۔

تعلیمی اداروں کا ایک انتہائی اہم مقصد یہ ہے کہ وہ طالب علم کو اس قابل بنائے کہ وہ کوئی پیشہ یا ہنر سیکھ کر باعزت روزی کما سکے تا کہ اس کی ضروریات پوری ہو سکیں اور وہ اپنے خاندان کے افراد کی کفالت کر سکے۔ زمانہ قدیم سے آج تک ہر ملک کے نظامِ تعلیم میں افراد کو روزی کمانے کے قابل بنانا اور انھیں مختلف پیشوں کی تربیت دے کر ہنر مند بنانا تعلیم کے بنیادی اور عمومی مقاصد میں شامل ہے۔ تعلیم

معاشرے سے مطابقت کا نام ہے۔ تعلیمی اداروں کا ایک نہایت اہم مقصد یہ ہے کہ وہ افراد کو معاشرے سے مطابقت کے طریقے سکھاتے ہیں۔ تعلیمی ادارے فرد کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ معاشرتی اقدار، روایات اور لوازماتِ زندگی کا فہم حاصل کریں۔ اپنی انفرادی ذمہ داریوں کو نبھائے اور معاشرے کے لیے تعمیری کردار ادا کر سکے۔ طالب علم کو آج کی پیچیدہ معاشرتی زندگی کو سمجھنے اور اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل بنانا تعلیمی اداروں کا ایک انتہائی اہم مقصد ہے۔

ہر معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ نئی نسل کے بچے تعلیم حاصل کریں تا کہ اس کی تہذیب کو فروغ حاصل ہو۔ جوں جوں انسانی تجربات اور علم بڑھتا جا رہا ہے۔ فروغ تعلیم کی ضرورت شدید ہوتی جا رہی ہے۔ ہر معاشرہ اپنی ترقی اور مفادات کو آگے بڑھانا چاہتا ہے جس کے لیے وہ تعلیم کے فروغ میں مزید کوشاں رہتا ہے تا کہ اس کے زیادہ سے زیادہ افراد علوم اور تجربات سے آگاہ ہوں اور معاشرتی ترقی کے فوائد سے بہرہ ور ہو سکیں۔ آج بہت سے ملکوں نے سو فی صد خواندگی حاصل کر لی ہے اور وہ مادی ترقی کی معراج کو چھو رہے ہیں جو معاشرے خواندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں، وہ بھی اس کوشش میں ہیں کہ خواندگی بڑھے۔ آج دُنیا کے تمام معاشروں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ علم اور خواندگی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کا مطلب معاشی ترقی اور مفادات کے حصول میں آگے بڑھنا ہے اس لیے ہر معاشرہ اپنے افراد کی خواندگی اور فروغِ علم کے لیے کوشاں ہے۔

2۔ معاشرے کی نشوونما میں تعلیم اور تعلیمی اداروں کا کردار:

تعلیم اور معاشرہ لازم و ملزوم ہیں ایک کے بغیر دوسرے کا تصور بھی ممکن نہیں یہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچہ معاشرے میں جنم لیتا ہے۔ معاشرہ اس کی تعلیم و تربیت اور معاشرتی نشوونما کا اہتمام کرتا ہے۔ معاشرہ ہی اسے رسم و رواج، آداب و اخلاق اپنے نظریہ حیات اور پوری معاشرتی زندگی سے متعارف کراتا ہے اور تعلیمی ادارے ہی کے ذریعے قومی مقاصدِ تعلیم کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں معاشرہ کے نظریہ حیات اور ثقافت کی منتقلی کا کام تعلیمی ادارے کرتا ہے۔

ہر معاشرہ اپنے نظریہ حیات کے مطابق نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری تعلیمی ادارے کو سونپنے کے بعد بجا طور پر توقع رکھتا ہے کہ اس کی معاشرتی اور معاشی ضرورتوں، نظریہ حیات اور قومی نصب العین کے مطابق، مدرسہ نئی نسل کی تربیت کرے، طلبہ کو معلومات فراہم کرنا، معاشرتی اقدار، تہذیب و ثقافت، عادات اور عملی زندگی کی بنیادی مہارتیں مدرسہ منتقل کرتا ہے اور انہیں کامیاب معاشرتی زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے۔ مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ تربیت یافتہ افراد کی حیثیت سے معاشرے میں قدم رکھتے ہیں۔ مدرسہ کی تعلیم ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور معاشرے کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

تعلیمی اداروں سے تشکیل پانے والا معاشرہ ایک منضبط معاشرہ ہوتا ہے۔ جس میں مستقبل کے معاشرے کو معلومات تقسیمات، معاشرتی اقدار اور رویے سکھائے جاتے ہیں اور انھیں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے مختلف مہارتوں اور فنون کی ترتیب دی جاتی ہے تا کہ وہ آئندہ زندگی میں معاشرے کی تعمیر کے لیے باعزت پیشہ اختیار کر سکیں۔ معاشرہ افراد کا ایک گروہ ہے۔ ہر معاشرہ اپنے ثقافتی ورثے کو اپنی آئندہ نسل کو منتقل کرنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ تعلیمی اداروں کو آلہ کار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ تعلیم ایک ایسی معاشرتی سرگرمی ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے طبعی، معاشرتی اور روحانی ماحول سے مطابقت سیکھ لیتا ہے۔

تعلیمی اداروں کے ذریعہ نئی نسل کو صحت منداور پسندیدہ معاشرتی زندگی گزارنے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ تعلیم ایسا عمل ہے جس کے ذریعے معاشرہ اپنے نظریات، فکر، سوچ، ثقافت اور تہذیب وتمدن کو آنے والی نسلوں کو منتقل کرنے اور اسے محفوظ کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ تعلیم ایسا نظام ہے جس سے طلبہ معاشرے کے خاص طرز معاشرت کو عملاً قبول کر لیتے ہیں۔ بعض مفکرین کے نزدیک تعلیمی اداروں کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ وہ ثقافت اور تہذیب وتمدن کو تحفظ دینے کے لیے اسے اگلی نسل کو منتقل کر دے بلکہ تعلیم کی بہت بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ افراد کی اس طرح تربیت کرے کہ معاشرہ اور اس کی ثقافت کی مثبت اور تعمیری تشکیل بھی ممکن ہو جائے۔

معاشرہ تعلیمی اداروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ تعلیمیافتہ شخص میں یہ اہلیت پیدا ہو جائے کہ وہ معاشرے سے مطابقت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ذمہ دار شہری کے طور پر زندگی گزار سکیں۔ تعلیمی ادارے کے ذریعے فرد کی پوشیدہ صلاحیتوں کا پتہ چلاتے ہیں تاکہ اس کی شخصیت کی نشوونما کی جاسکے۔ طالب علم کو اپنے اور دوسروں کے حقوق کا علم ہو جاتا ہے اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح اندازِ فکر اختیار کر سکے۔ قوموں کے عروج وزوال اور ان کے بناؤ اور بگاڑ میں ان معاشروں کے افراد کی سوچ کے انداز انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے تعلیمی اداروں کا یہ فرض سمجھا جاتا ہے کہ وہ طالب علم کو ایک ذمہ دار شہری کا کردار ادا کرنے کے قابل بنائیں۔

کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بدولت آج کے دور میں تعلیمی اداروں کی ذمہ داریاں اور زیادہ ہو گئی ہیں۔ نت نئی ایجادات نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت اور بڑھا دی ہے۔ سائنسدانوں، انجینئروں اور دوسرے ماہرین کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ سائنسدان، ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، جج، پروفیسر اور سیاستدان تعلیم ہی کی بدولت ماہرین میں شمار ہوتے ہیں، یہی ماہرین معاشرے کی ہر قسم کی ترقی کے لیے قائدانہ کردار ادا کرتے ہیں۔ جن معاشروں میں موجدوں اور دوسرے ماہرین کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ معاشرے ترقی کی دوڑ میں دوسرے معاشروں سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ پاکستان کو بھی ہر شعبے میں ترقی کے لیے ایسے بے شمار ماہرین کی ضرورت ہے۔ ہمارے معاشرے کی یہ ضرورت صرف تعلیم اور تعلیمی ادارے ہی پوری کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

1۔ اجتماعی عدل اور انسانی مساوات معاشرے اور ان کے اداروں کے محافظ کیوں کہلاتے ہیں؟

2۔ اجتماعی عدل کے قیام میں تعلیمی اور مذہبی اداروں کا کردار متعین کریں۔

3۔ افراد، اقوام اور بین الاقوامی ادارے عدل و مساوات کے قیام سے انحراف کیوں کرتے ہیں اور مستقبل میں ان کا سدِ باب کیسے ممکن ہوگا؟

4۔ مذہبی ادارے انسانی زندگی میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

5۔ نظامِ عدل کی خصوصیات کیا کیا ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ بڑے بڑے تعصّبات اور امتیازات کون کون سے ہیں؟

2۔ نظامِ اخلاق کی کیا خصوصیات ہیں؟

3۔ کون سا ادارہ سماجی عدل اور انسانی مساوات میں زیادہ کردار ادا کرسکتا ہے؟

4۔ ریاستی ادارے جو اجتماعی عدل کے ضامن ہوسکتے ہیں وہ کون کون سے ہیں؟

5۔ کونی سی تعلیم رنگ و نسل کے امتیازات کم کرنے میں مدد دے سکتی ہے؟

6۔ تعلیمی ادارے ہماری نسل بنانے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

(ج) دُرست جواب کی نشان دہی کیجئے۔

1۔ ------------- انسانیت کا جوہرِ خاص ہے۔

(ا) تعلیم (ب) معیشت (ج) اخلاق (د) مساوات

2۔ عدل کے قیام کے لیے --------------- ضروری ہے۔

(ا) قانون (ب) اخلاقی تعلیم (ج) انتظامیہ (د) عدلیہ

3۔ سماجی انصاف کی مثالیں ------------- میں موجود ہیں۔

(ا) اسلام (ب) مسیحیت (ج) بدھ مت (د) ا، ب، ج

4۔ اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کی راہ میں --------------- رکاوٹ ہے۔

(ا) تعصّبات (ب) نظریۂ لذت (ج) اخلاقی تعلیم کا فقدان (د) ا، ب، ج

5۔ موجودہ دَور میں ناانصافیوں کی اہم ترین وجہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(ا) لالچ (ب) الفت ومحبت کی کمی (ج) اخلاقی اقدار (د) ا،ب،ج

(د) خالی جگہ پُر کیجیے۔

1۔ جنس ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عنصر ہے۔

2۔ مسیحیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں دوسروں سے آگے ہے۔

3۔ مقننہ کا کام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

4۔ وسائل کے حصول اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اقوام اخلاقیات سے عاری ہیں۔

5۔ تعلیم یافتہ انسان بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تعلیم کی کمی کی وجہ سے تعصّبات کا شکار ہے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ اجتماعی عدل کے موضوع پر ایک گروہی مباحثہ کیجیے۔

2۔ اپنے ادارے میں عدمِ مساوات کے عناصر کی نشان دہی کیجیے اور انھیں مل کر درست کرنے کی جدوجہد کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ ”ہمارا انصاف ادارے تک“ اس موضوع پر طلبہ کو بتائیے کہ تعلیمی اداروں میں اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کی بنیادیں کیسے مستحکم ہو سکتی ہیں۔

☆☆☆☆

کام کی جگہ پر وقت کی اہمیت

پابندیِ وقت کیا ہے؟

وقت وہ قیمتی متاع ہے، جو تمام انسانوں کو برابر عطا کی گئی ہے۔ یہ دولت نہ ذخیرہ کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے آگے روک لگائی جاسکتی ہے جو لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہیں، وہ فائدہ اُٹھا کر ترقی کرتے اور نام پیدا کرتے ہیں جو اس کی افادیت نہیں جانتے وہ اسے ضائع کرتے ہیں۔ جب یہ گزر جاتا ہے، سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

وقت ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا ادراک ہو، تو انسان اس سے فائدہ اُٹھا کر اس دُنیا میں سہولتیں حاصل کرتا ہے آخرت میں انسان سے سوال کیا جائے گا، کہ وقت یا زندگی کیسے گزاری؟ تو اس کے لیے جواب دینا بھی آسان ہوگا۔ یادرہے کہ ایک آدمی کی ذاتی زندگی میں وقت کی جتنی اہمیت ہے، قومی اور اجتماعی زندگی میں بھی یہ اتنا ہی اہم ہے۔ قومیں وقت کی قدر و قیمت جان کر ترقی کرتی اور عروج حاصل کرتی ہیں۔ کام کی جگہ پر خواہ وہ دفتر ہو یا کارخانہ اور کمپنی ہو یا ادارہ وقت ہی سب سے قیمتی متاع ہوتی ہے۔

وقت سے استفادہ کی بہترین صورت اور عملی پہلو پابندیِ وقت ہے۔ اسی طرح تمام مذاہب میں عبادات کے اوقات مقرر ہیں اور وقت پر کی گئی عبادت ہی عبادت کہلاتی ہے۔ جب کائنات کا ہر ذرہ وقت اور نظم وضبط کا پابند ہے، تو اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے، کہ کوئی بھی کام بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے وقت کی پابندی ازبس ضروری ہے۔ ہم کسی کمپنی، کارخانے، دفتر یا دارے میں ملازم ہوں یا طالب علم ہوں تو ہم پر لازم ہے، کہ ہم کام کی جگہ پر نہ صرف وقت کے پابند ہوں، بلکہ مقررہ اوقات میں اپنی تمام ذمہ داریاں بھی پوری کریں اور وہ تمام کام کریں جو ہمیں تفویض ہوئے ہیں۔

وقت کی پابندی ہر انسان کے لیے بہت ضروری ہے، جو انسان وقت پر اپنے سارے کام کر لیتا ہے، اسے ترقی کی منزل آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے، جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ درحقیقت ایک قیمتی خزانہ ضائع کر دیتے ہیں۔ نظامِ کائنات بھی پابندی وقت کا درس دیتا ہے موسم اپنے مقررہ وقت پر بدلتا ہے۔ دن رات مقررہ وقت کے پابند ہیں۔ چاند سورج ایک مقررہ وقت اور مقررہ نظام کے تحت طلوع وغروب ہوتے ہیں۔ سیاروں کی گردش، موسموں کا تبدیل ہونا، اناج اور پھلوں کا تیار ہونا وغیرہ۔ اگر اِس نظام میں ذرا سا بھی فرق

آ جائے تو سونامی جیسے طوفان آتے ہیں۔انسان اشرف المخلوقات ہے۔وہ اگر پابندی وقت کا عادی نہیں ہوتا تو یہ اس کی ناسمجھی یا نا اہلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔طالب علم اگر سکول نہ جائے تو تعلیم حاصل نہیں کر سکتا، کسان اگر فصل وقت پر نہ بوئے، وقت پر پانی نہ دے اور وقت پر نہ کاٹے تو کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔اسی طرح کارخانہ میں وقت پر کام مکمل نہ ہو۔مزدور وقت پر کام نہ کرے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے لازم ہے کہ وقت کی پابندی کی جائے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا جائے۔قدرت نے بھی ہمیں وقت کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

پابندیِ وقت کے فوائد:

وقت کی پابندی ہمارے عزت ووقار میں اضافے کا باعث بنتی ہے جو لوگ ہر روز مقررہ اوقات سے دس منٹ پہلے کام کی جگہ پر پہنچتے ہیں اور وقت پورا ہونے کے چند منٹ بعد کام کی جگہ چھوڑتے ہیں، تو ان کے افسرانِ بالا اس پابندی وقت سے ان کے بارے میں عمدہ رائے قائم کرتے ہیں۔ان کے رفقائے کار انھیں قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔عام زندگی میں بھی ان کی اس خوبی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔بری بات یہ کہ اگر افراد کام کی جگہ پر دیر سے پہنچتے ہیں تو ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے اگر بار بار ایسا ہو تو ملازمت بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔تمام اداروں کے منتظم کارکنوں اور ملازمین کو رعایتیں اور مراعات دیتے ہیں مگر وقت کی پابندی پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔

اپنا کام بروقت کیا جائے تاکہ ہم چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر قابو پاسکیں۔آخری وقت پر کام کرنے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وقت کی پابندی کرنے والے لوگ نہایت خاموشی سے اپنے کارخانے، کمپنی، ادارے اور تنظیم کے منتظمین کو یہ پیغام دیتے ہیں، کہ وہ راست باز، دیانتدار، قابلِ اعتماد اور ذمہ دار انسان ہیں۔وہ اپنے ادارے سے ذہنی طور پر مکمل وبستہ ہیں اور ادارے کے ساتھ وفادار بھی ہیں۔وقت کی پابندی ان کے لیے ترقی کی راہیں کھول دیتی ہے۔پابندیِ وقت نہ صرف ایک اچھی عادت ہے بلکہ عمدہ انسانی کردار کی شناخت بھی ہے۔مزید برآں وقت کی پابندی انسانی اخلاق پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔

وقت ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔یہ بغیر رکے آگے بڑھتا رہتا ہے اور کسی کی پروا نہیں کرتا۔وقت کے ساتھ چلتے رہنا ہی عقل مندی ہے۔اگر ہم وقت کے ساتھ نہیں چلیں گے تو پیچھے رہ جائیں گے کیونکہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔اس لیے ہمیں وقت کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔جو وقت آج ہمارے پاس ہے وہ چند دنوں یا سالوں بعد واپس نہیں آئے گا۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ "آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔" صرف دنیاوی مصروفیات کے لیے نہیں بلکہ دینی احکام میں بھی پابندی وقت کا خیال رکھیں۔وقت دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہے۔وقت کی قدر کرنے سے افراد اور معاشرے کو ایک بہتر کل کی طرف بڑھنے میں مدد ملتی ہے۔اس کے علاوہ، ہمیں اپنے بچوں کو بھی وقت کی اہمیت اور قدر سکھانی چاہیے کیونکہ وقت کا ضیاع ہمارے اور ہمارے آس پاس کے لوگوں کے لیے ایک بڑے مسئلہ کا باعث بن سکتا ہے۔

وقت کی بچت:

آج ہماری زندگی میں آلاتِ جدید میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موبائل اور ٹیلی ویژن بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ بہت مفید چیزیں ہیں۔دیکھا جائے تو ان کے صحیح استعمال سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہاں ان کا غیر ضروری زیادہ استعمال بہت سا قیمتی وقت ضائع کرنے کا سبب بھی بنتا ہے۔ان کو ضرورت کی حد تک ہی استعمال کرنا چاہیے ہر وقت انھی میں مگن رہ کر اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

ہماری نوجوان نسل میں بالخصوص وقت کی ناقدری کا عنصر بڑھتا جا رہا ہے۔ دن بھر موبائل فون پر لگے رہنا، موقع ملتے ہی ٹی وی اور کمپیوٹر پر بیٹھ کر فضول کاموں میں وقت برباد کرنا عام ہو رہا ہے۔ ایسا کر کے نہ صرف وہ اپنا قیمتی وقت برباد کر رہے ہیں بلکہ اپنی قسمت کے دروازے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے بند کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل جو کہ قوم کی معمار ہے وقت کی قدر کرے اور اُسے بروئے کار لائے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کا راستہ دے۔ (آمین)

کام کی جگہ پر وقت کی اہمیت

وقت ہمارے پاس سب سے اہم اور قیمتی وسائل میں سے ایک نعمت ہے، پھر بھی بہت سے لوگ اسے دانشمندی سے استعمال نہیں کرتے۔ ایسا عموماً قدر نہ جاننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اچھی یا بری ٹائم مینجمنٹ کارکردگی اور پیداوار کو متاثر کرتی ہے۔ ٹائم مینجمنٹ ملازمین کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے اور کام کو مکمل کرنے کام کی کوالٹی بہتر ہے۔ کمپنیوں کے تمام کاموں کو بہتر کرنے اور اہداف کو تیزی سے حاصل کرنے کے لیے ٹائم مینجمنٹ اہم ہے۔ ایک مؤثر ٹائم مینجمنٹ پلان کے ساتھ آپ نئے مواقع حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی کمپنی کو پائیدار ترقی دے سکتے ہیں۔

بہتر کارکردگی:

وقت کا بہتر انتظام کرنے کا ایک بہترین فائدہ یہ ہے۔ آپ سمجھ جاتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے اور ہر کام میں کتنا وقت لگے گا اگر آپ اپنے اہم ترین کاموں کے لیے وقت کا شیڈول بناتے ہیں۔ ایک بہترین شیڈول بنانے سے کاموں کے انتظام میں مدد ملتی ہے، اور سخت شیڈول پر قائم رہنے سے تاخیر کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ کس کام کو کتنا وقت دینا ہے۔ آپ وقت ضائع کرنے والے عناصر کو جان لیں گے۔ آپ مقررہ وقت کے اندر کام کو پورا کرنے کا طریقہ جان لیں گے۔ وقت کا انتظام آپ کو نا صرف اہم ترین کاموں پر توجہ مرکوز کرنے بلکہ خلفشار سے بچنے میں بھی مدد کرتا ہے۔

وقت پر کام کی فراہمی:

اگر آپ اپنے وقت کا مؤثر طریقے سے انتظام کرتے ہیں، تو آپ وقت پر کام فراہم کر سکتے ہیں۔ اپنے وقت کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے لیے، آپ کو اپنی فہرست میں ہر کام کے لیے وقت مختص کرنا چاہیے۔ جن کاموں کو پورا کرنے کے لیے ایک خاص وقت دیا جاتا ہے ان کے وقت پر مکمل ہونے کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے۔

تناؤ اور اضطراب:

کام کا بوجھ اور انھیں ناقص وقت کی منصوبہ بندی کی وجہ سے آپ اکثر تناؤ کا شکار رہتے ہیں۔ تناؤ کے اثرات آپ کی پیداواری صلاحیت کے ساتھ ساتھ مجموعی صحت کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ تناؤ اور اضطراب دل کی بیماری، موٹاپا، ڈپریشن اور دیگر صحت کے مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔ ایک ترجیحی فہرست بنائیں تا کہ آپ اہم کاموں کو کم اہم کاموں سے الگ کر سکیں۔ اس طرح آپ فہرست پر نظر رکھ سکتے ہیں اور کاموں کو ان کی ترجیح کے مطابق مکمل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم جانتے ہوں کہ کیا پہلے کرنا ہے تو ہم اپنی زندگی سے غیر ضروری تناؤ اور پریشانی کو ختم کر سکتے ہیں۔

کام کا اعلیٰ معیار:

کام کی جگہ پر اعلیٰ معیار کا کام قابل قدر ہوتا ہے۔ ایک ملازم کے طور پر ہماری ذمہ داری ہے کہ کام کے معیار کو ایک خاص معیاری سطح تک پہنچا دیں۔ جب آپ اپنے وقت کا صحیح طریقے سے انتظام کرتے ہیں اور اپنے کاموں کو ترجیح دیتے ہیں تو اعلیٰ معیار کا کام ہوتا ہے۔ آپ زیادہ ترجیحی کاموں پر پوری توجہ اور لگن کے ساتھ کام کر سکتے ہیں اور اسے تمام مطلوبہ وقت دے سکتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر یہ ہمارے کام کے معیار کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے۔

کارکردگی اور پیداوار کو بہتر بنانا:

وقت کے انتظام کی اچھی مہارتیں آپ کو زیادہ موثر اور نتیجہ خیز بناتی ہیں۔ ہم غیر ضروری سرگرمیوں میں وقت ضائع نہیں کرتے اور معیار پر سمجھوتہ کیے بغیر اپنے کاموں کو جلد از جلد مکمل کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے کاموں میں جلدی کریں اور معیار کو قربان کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ استعمال اہم کاموں پر کرتے ہیں اور غیر اہم کاموں میں وقت ضائع نہیں کرتے اِس طرح پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

بہتر کام اور زندگی کا توازن:

کام اور زندگی کا بہتر توازن وقت کے انتظام کا سب سے اہم فائدہ ہے۔ کام کی زندگی میں توازن کا مطلب ہے کہ ہماری پیشہ ورانہ اور ذاتی زندگی کے درمیان توازن پیدا کرنا۔ ٹائم مینجمنٹ کی مدد سے آپ وقت کی قدر کو سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے کام اور اہداف کو کم وقت میں پورا کر سکتے ہیں اور اپنی پیشہ ورانہ اور ذاتی زندگی میں توازن رکھ سکتے ہیں۔

اپنی ٹیم کو بڑھنے میں مدد کرنا:

اگر ہم مینجر یا لیڈر ہیں، تو دفتر میں ٹائم مینجمنٹ صرف ایسی چیز نہیں ہے جس کے بارے میں ہم کو سوچنے کی ضرورت ہے۔ یہ ہماری پوری ٹیم پر لاگو ہوتا ہے اور ہم اس بات کو یقینی بنانے کے ذمہ دار ہیں کہ ہر کوئی اپنے مختص وقت میں مؤثر طریقے سے کام کرے۔ ذمہ داروں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی ٹیموں کو کتنی ذمہ داریاں مؤثر طریقے سے تفویض کر سکتے ہیں تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ پورا گروپ آسانی سے کام کرے۔ ذمہ داریاں تفویض کرتے وقت، اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ ملازمین کو ایسے حالات میں نہیں ڈال رہے ہیں جو ان کی طاقت کے مطابق نہیں ہیں بلکہ انھیں ایسی ذمہ داریاں بھی دے رہے ہیں جو انھیں ان کے کمفرٹ زون سے باہر نکالیں تو اس سے انھیں بطور پیشہ ور آگے بڑھنے اور آپ کی ٹیم کو مجموعی طور پر بہتر ممبر بننے میں مدد ملے گی۔

ٹائم مینجمنٹ کو بہتر بنانے کے پانچ اقدامات:

اپنے وقت کو صحیح استعمال کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ اپنے وقت کو بہتر بنانے کے لیے کچھ آسان اقدامات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ منصوبہ بندی
2۔ اہم کاموں کو ترجیح دیں۔
3۔ ملٹی ٹاسک نہ کریں۔
4۔ ٹائم ٹریکنگ سافٹ ویئر استعمال کریں۔
5۔ خلفشار کو دُور کریں۔

نتیجہ:

وقت کا انتظام آپ کو زیادہ توجہ مرکوز کرنے اور نتیجہ خیز بننے میں مدد دیتا ہے۔صحیح وقت کے انتظام کی حکمت عملی تناؤ کو کم کرتی ہے۔آپ کو ہوشیار، تیز، اور زیادہ مؤثر طریقے سے کام کرنے میں مدد دیتی ہے۔مؤثر وقت کے انتظام کی مہارتیں آپ کے کیریئر اور آپ کی ذاتی زندگی دونوں پر مثبت اثر ڈالتی ہیں۔ایک بار جب آپ ٹائم مینجمنٹ کا فن سیکھ لیتے ہیں تو آپ اپنی زندگی کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور زیادہ طاقت اور آزادی سے کام حاصل کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیں۔

1۔ پابندی وقت کیا ہے؟ پابندیِ وقت کے فوائد اور اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

2۔ کام کی جگہ پر پابندیِ وقت کی منصوبہ بندی کیسے کی جائے؟ تفصیلاً بتائیں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ خدا تعالیٰ نے کون سی نعمت تمام انسانوں کو برابر دی ہے؟

2۔ وقت سے استفادہ کی عملی صورت کیا ہے؟

3۔ کام کی جگہ پر روزانہ چند منٹ ضائع ہوں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

4۔ کام کی جگہ پر تاخیر سے پہنچنے سے سب سے بڑا نقصان کیا ہوتا ہے؟

5۔ وقت کی پابندی فرد کی ترقی کے لیے کیا کردار ادا کرتی ہے؟

6۔ وقت کی بچت کیسے کی جا سکتی ہے؟

(ج) دُرست جواب کی نشان دہی کیجیے۔

1۔ انسانی ناموری اور عظمت کا راز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں مضمر ہے۔

(ا) شہرت (ب) دولت (ج) پابندیِ وقت (د) ا،ب،ج

2۔ کام کی جگہ پہ وقت کی پابندی نہ کرنے سے زیادہ نقصان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ہوتا ہے

(ا) کمپنی (ب) افراد (ج) افسران (د) ا،ب،ج

3۔ پابندیِ وقت سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتا ہے۔

(ا) مالی فائدہ (ب) عزت اور اعتماد میں اضافہ

(ج) ساکھ بہتر (د) ا، ب، ج

4۔ ہر کام کو آخری لمحوں تک ٹالنے سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے/ ہیں۔

(ا) ہمیشہ کام نامکمل رہتا (ب) افراتفری میں کچھ اور باتیں بھول جاتے

(ج) تاخیر ہو جاتی (د) ا، ب، ج

5۔ دستیاب وسائل سے زیادہ سے زیادہ کام لینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(ا) ذہانت (ب) جلد بازی (ج) ہوشیاری (د) ا، ب، ج

6۔ پابندیِ وقت زندگی سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کم کرتا ہے۔

(ا) پریشانیوں (ب) تناؤ و اضطراب (ج) بہتر کارکردگی (د) ا، ب، ج

(د) **خالی جگہ پُر کریں۔**

1۔ زندگی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا دوسرا نام ہے۔

2۔ عبادات کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مقرر ہیں۔

3۔ کائنات کا ہر ذرہ نظم اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا پابند ہے۔

4۔ کام کی جگہ پر وقت کی پابندی آپ کی عزت اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اضافہ کرتی ہے۔

5۔ پابندی وقت انسان کے عمدہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی شناخت ہے۔

(ہ) **طلبہ کے لیے سرگرمیاں:**

1۔ تمام طلبہ ایک ڈائری بنائیں جس میں روزمرہ کے اُمور اور ان پر پابندی سے عمل کے اوقات درج کریں مثلاً عبادات، نیند، سیر اور گھر کے کام، سکول کا کام وغیرہ اور ہر کام کو مناسب وقت دیا جائے، ہفتے کے بعد جائزہ لیں کہ آپ کس کام پر کتنا وقت صرف کرتے ہیں؟

2۔ تمام طلبہ مل کر ایک طالب علم کی چوبیس گھنٹوں کی مصروفیات کا نظام الاوقات بنائیں۔

(و) **اساتذہ کے لیے ہدایات:**

1۔ نظم وضبط اور پابندی وقت پر تمام طلبہ سے عمل کرائیں۔

2۔ تاخیر سے آنے والوں کا وقت نوٹ کریں اور اُنھیں آگاہ کریں کہ آج دیر سے آنے سے آپ کا کتنا نقصان ہوا ہے۔

☆☆☆☆